Sacred Literature: A Fallacy of the Term

تقدیسی ادب: اصطلاح کا مغالطہ

Dr. Muhammad Keumarsi*[1]
Associate Professor, University of Tehra, Iran
Dr.Tariq Hashmi*[2]
Professor , Department of Urdu, GCU, Faisalabad

ڈاکٹر محمد کیو مرثی☆[1]
ایسو سی ایٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف تہران، ایران
ڈاکٹر طارق ہاشمی☆[2]
ایسو سی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondance: drtariqhashmi@gcuf.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 25-10-2025
Accepted:22-12-2025
Online:31-12-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Linguistic problems of terminology in Urdu language have some complications, but the social and cultural issues of some terms are more serious. These are terms that are created due to a particular way of feeling or thinking, and later one's permanent emotional attachment to them is also made a part of belief.
Dr. Syed Yahya Nasheit in his PhD thesis entitled "Religious Trends in Urdu Poetry" (1987) has used a term "sacred literature", by which he means hymns, naat, manqibat, mursiya and other genres which are somehow related to religious feeling.
The question is that if the literature created in the above-mentioned genres is holy, will the rest of the literary genres and the texts created in them be declared unholy? Why should the limit of sacred and non-sacred be established in literature? If this limit is to be established, what will be the standard or measure? What will be the limits of sacred literature?In this article author has analyzed the term of sacred literature by rising above questions and some others.

KEYWORDS: Sacred Literature, literary Terms, Migration, Mobility, Identity, Social Character, Alienation.

اردو زبان میں اصطلاح سازی کے لسانی مسائل اپنی جگہ لیکن بعض اصطلاحات کے سماجی اور تہذیبی معاملات زیادہ گمبھیر ہیں۔ یہ ایسی اصطلاحات ہیں جنھیں ایک خاص طرزِ احساس یا نظریہ سازی کی بدولت تخلیق کیا جاتا ہے اور بعد ازاں ان سے اپنی مستقل جذباتی وابستگی کو بھی جزوِ یقین بنالیا جاتا ہے۔

ادب زندگی کی طرح ایک کل کا نام ہے، جسے تقسیم کرکے دیکھنا اس کی وسعت کو ضرر پہنچانے کے مترادف ہے۔ ادب کو تقسیم کرکے دیکھنے سے، اس کے معنی و مفہوم تک درست رسائی ممکن نہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ”ادب کیا ہے؟“ کے سوال کے جواب میں بالکل درست کہا ہے کہ ادب کی مثال حیات ایسی ہے۔ ان کے نزدیک:

> "ادب کیا ہے؟" اس کا جواب دینے سے پہلے اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ ”زندگی“ کیا ہے تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جو جواب بھی آپ دیں گے وہ جامع نہیں ہوگا، اس میں صرف وہ زاویہ ہوگا جس سے خود آپ نے زندگی کو دیکھا ہے یا دیکھ رہے ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ دوسرا بھی اس سے اتفاق کرے یا آپ کے جواب سے مطمئن ہو جائے۔ یہ سوال بھی کہ ادب کیا ہے؟ اسی نوعیت کا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خود ادب بھی ”زندگی“ کے اظہار کا نام ہے۔ (1)"

ادب زندگی کے اظہار کا نام ہے اور زندگی ہی کی طرح وسعت رکھتا ہے، تاہم ایک خاص شناخت کے لحاظ سے ادب کو منقسم کرکے بھی دیکھا جاسکتا ہے لیکن تقسیم یا کسی بھی مد کی بنیاد محض پہچان کے زاویے سے ہوگی۔ اس لحاظ سے ہم ادب کو درج ذیل خانوں میں تقسیم کرکے دیکھ سکتے ہیں:

1۔ مکانی تقسیم: پاکستانی ادب، مصری ادب، امریکی ادب

2۔ زمانی تقسیم: قدیم ادب، جدید ادب، بیسویں صدی کا ادب

3۔ پیرایۂ اظہار کی تقسیم: منظوم ادب، منثور ادب

4۔ صنفی تقسیم: مرثیہ، غزل، نظم، رباعی

5۔ مزاجی تقسیم: مدحیہ ادب، ہجویہ ادب، مزاحیہ ادب، رومانی ادب، صوفیانہ یا عرفانی ادب

ادب کی مذکورہ اقسام محض ایک شناخت کے لیے ہیں اور یہ ادب بہ طور کل سے متصادم ہرگز نہیں ہیں۔

اردو ادب کے کلاسیکی ورثے کو دیکھیں تو ہمارا تمام تخلیقی سرمایہ ایک کل کی صورت میں نظر آتا ہے اور کوئی ایسی تقسیم نظر نہیں آتی جس سے یہ کل کسی شکست سے دوچار ہوتا ہو۔ کلاسیکی شعرا اپنا تمام مافی الضمیر مخصوص اصناف کی ہیئتوں میں رقم کرتے تھے اور کوئی ایسا طرزِ احساس نہیں پایا جاتا تھا، جس سے ادب کے کل کو کسی ضرر کا اندیشہ ہو۔

کلاسیکی عہد میں ادب مخصوص اصناف یا ہئیتوں میں تخلیق کیا جاتا تھا اور ان ہی اصناف و اشکال میں ہر طرح کا مضمون نظم کیا جاتا تھا لیکن مضمونِ متن کو صنف کا روپ دینے کی کوشش نہیں کی گئی۔ شعرا کے دواوین کے آغاز میں پیش کی گئی غزلوں کا مضمون حمد و نعت کے مضامین پر مبنی ہوتا تھا لیکن ان غزلوں کو غزل ہی قرار دیا جاتا تھا، حمد یا نعت نہیں۔ اسی طرح قصیدے کی صنف میں مدح یا ہجو کے مضامین پیش کیے جاتے تھے لیکن صنفی لحاظ سے اسے قصیدہ ہی کہا جاتا تھا۔ مرزا محمد رفیع سودا سے محسن کاکوروی تک قصیدے ایک بھرپور روایت دیکھی جا سکتی ہے، جس میں حمد و نعت کے مضامین رقم کیے گئے۔

جس طرح قصیدے کی مدحیہ ہونے کی صورت میں حمد، نعت، منقبت اور دیگر افراد کے لیے مدحیہ مضامین نظم کیے جاتے تھے، اسی طرح ہجویہ ہونے کی صورت میں ہجو کے مضامین پیش کیے جاتے تھے۔ ہجو کے لیے شعرا نے قصیدے کے علاوہ بعض دیگر ہئیتیں بھی اختیار کی تھیں۔

عربی یا فارسی شعری روایت کو دیکھا جائے تو قدیم عہد سے لے کر جدید دور تک قصیدے ہی کی روایت عام رہی ہے اور صنفی طور پر حمد، نعت یا منقبت ایسی اصطلاحات بہ طور صنفِ ادب رواج نہیں پا سکیں۔ البتہ چونکہ ان اصناف میں مدح و توصیف کے مضامین پیش کیا جاتے ہیں تو بعض اہلِ نقد نے ایسی تخلیقات کو مزاج کے لحاظ سے تمجیدی ادب ضرور قرار دیا ہے۔

نوآبادیاتی عہد میں پہلی بار حمد، نعت اور منقبت کے مضامین کے باقاعدہ صنف ہونے کا اعلان ہوا اور شعرا کے حمدیہ و نعتیہ دواوین بھی اشاعت پذیر ہونے لگے۔ یہ الگ بات کہ یہ تخلیقی سرمایہ ہئیتی لحاظ سے غزل ہی میں تھا۔ یعنی شعرا جو غزل دیوان کی ابتدا کے لیے تخلیق کرتے تھے، اب دیگر مضامین سے گریز کرتے ہوئے حمد و نعت ہی کے مضامین تک محدود ہوئے اور اپنی ان غزلوں کو ایک الگ صنف یعنی حمد یا نعت قرار دیا۔ فی زمانہ بھی حمد و نعت کا تقریباً 90 فیصد تخلیقی سرمایہ غزل ہی کی ہئیت میں تخلیق کیا گیا ہے۔

اردو کے کلاسیکی عہد میں حمد و نعت کے متوازی واقعہ کربلا اور اس سے وابستہ آلام کے ذکر کے لیے مرثیہ بھی ایک مضمونِ سخن ہی تھا جو کسی بھی ہئیت میں تخلیق کیا جاتا تھا۔ لیکن اپنے مخصوص رثائی مزاج کے باعث ایک صنف کی حیثیت اختیار کر گیا اور یہ صنفی حیثیت اس وقت زیادہ پختہ ہو گئی جب اسے مرزا محمد رفیع سودا نے مخمس اور مسدس میں لکھنا شروع کیا اور بعد ازاں لکھنؤ میں اس کی ایک مضبوط روایت قائم ہو گئی۔

کلاسیکی ادب کا زمانہ نقد و نظر کا عہد نہیں تھا تو حمد، نعت، منقبت یا مرثیے کے مذکورہ سرمائے کے لیے اجتماعی طور پر کوئی الگ اصطلاح معرضِ وجود میں نہ آئی اور نہ ہی عہدِ موجود تک کوئی ایسی اصطلاح وضع کی جا سکی، جس سے ان اصناف میں تخلیق کیے گئے ادب کو دوسری اصناف سے ممیز یا ممتاز کیا جا سکے۔

ڈاکٹر سید یحیٰی نشیط نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "اردو شاعری میں مذہبی رجحانات" (1987) میں ایک اصطلاح "تقدیسی ادب" استعمال کی ہے، جس سے ان کی مراد حمد، نعت، منقبت، مرثیہ اور اس نوع کی وہ دیگر اصناف ہیں

کہ جن کا تعلق کسی طور مذہبی طرزِ احساس سے ہے۔ مذکورہ اصطلاح ان کی مطبوعہ کتاب "اردو میں حمد و مناجات" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

تقدیسی ادب کی اصطلاح کے سلسلے میں انھوں نے کوئی تشریحی نقطہ تو بیان نہیں کیا لیکن شعرا کے حمدیہ یا مناجاتی طرزِ احساس پر حرفِ نقد رقم کرتے ہوئے انھوں نے یہ اصطلاح کئی ایک مواقع پر برتی ہے۔ مثلاً وہ شریف الدین ساحل کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " ان کی تقدیسی شاعری میں قرآنی آیات کی لفظیات اور احادیث کے ٹکڑے سارے کلام کو جگمگا دیتے ہیں"[(2)]

اسی طرح ڈاکٹر سید یحیٰی نشیط پاکستان میں حمد و مناجات کے ارتقا اور تسلسل پر اپنی بہجت و اطمینان کا اظہار وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> " تقدیسی و تحمیدی ادب کے ضمن میں جتنا کام پاکستان میں ہوا ہے۔۔۔
> اگرچہ ہمارے ہاں نہیں ہوا لیکن گذشتہ صدی کے ربع آخر سے مذہبی
> شاعری پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے"[(3)]

ڈاکٹر سید یحیٰی نشیط کے مذکورہ تنقیدی بیانات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تقدیسی ادب کی اصطلاح کن معنوں میں استعمال کی ہے اور تخلیقی سطح پہ ان کے نزدیک اس کی حدود کیا ہیں؟

تقدیسی ادب کی اصطلاح ڈاکٹر عزیز احسن نے بھی اپنی بعض تحریروں میں کی ہے۔ مثلاً وہ "مناقبِ خلفائے راشدین اور شعرائے کراچی" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> " مناقبِ خلفائے راشدین اور شعرائے کراچی" تقدیسی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے"[(4)]

تقدیسی ادب کی اصطلاح پر تاحال کوئی علمی بحث نہیں ہوئی۔ ہمارے ہاں خیر سے بعض علمی بحثیں شروع ہی تب ہوتی ہیں جب کوئی رجحان اس قدر مستحکم ہو چکا ہوتا ہے کہ مذکورہ بحثیں وجہِ نزاع تو بن جاتی ہیں لیکن علمی حاصل وصول یا سماجی تبدیلی کے کوئی مثبت آثار کا ظہور مشکل ہی سے ہوتا ہے۔

تقدیسی ادب کی اصطلاح کو گزشتہ چند برسوں میں ایک عمدہ پذیرائی ملی ہے۔ ادبی مجالس میں حمد و نعت سے متعلق وقفوں اور بیٹھکوں (Sessions) کے لیے تقدیسی ادب کی اصطلاح رواج پا رہی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ تقدیسی ادب کی اصطلاح نئی ہے۔ عالمی سطح پر یہ اصطلاح Sacred literature کے الفاظ کے ساتھ بہت پہلے سے رائج ہے لیکن اس سے مراد الہامی متون ہیں۔ یعنی ہر مذہب کی وہ کتاب جو ان کے ماننے والوں کے لیے مقدس خیال کی جاتی۔ ہندوؤں کے لیے گیتا یا مہابھارت، یہودیوں کے لیے تورات، مسیحیوں کے لیے انجیل اور اہلِ اسلام کے لیے قرآن مقدس کتاب ہے اور یہی وہ متون ہیں جن کے لیے تقدیسی ادب (Sacred literature) کی

اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ عالمی سطح پر یہ اصطلاح کسی ایسے متن کے لیے کہیں رواج نہیں پا سکی جس کا تخلیق کار انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ ہو۔

اردو زبان میں اصطلاح سازی کے تہذیبی مسائل کو دیکھا جائے تو ہمارے ہاں بہت سی اصطلاحات یا رجحانات ایسے مروج رہے ہیں جو اردو ادب کے علاوہ کسی اور زبان کے تخلیقی سرمائے میں ان کی مثال شاذ ہی نظر آتی ہے۔

اردو ادب میں تہذیبی طرزِ احساس کے تحت وضعِ اصطلاحات کو تاریخی تناظر میں دیکھیں تو قیامِ پاکستان کے بعد جب اس خطے کے تہذیبی و ثقافتی مسائل سے متعلق مباحث شروع ہوئے تو ایک اصطلاح اسلامی ادب یا پاکستانی ادب متعارف ہوئی۔ پاکستانی ادب والی بات اس حد تک تو کوئی اتنی انوکھی نہیں تھی کہ ہر خطے میں تخلیق ہونے والا ادب اپنے خطے کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے اور اصطلاحی طور پر اس سے معنون بھی ہوتا ہے، جیسے جرمن ادب، فرانسیسی ادب، ایرانی ادب یا نیپالی ادب وغیرہ لیکن اسلامی ادب کی اصطلاح پہلی ایسی اصطلاح تھی جو ایک مذہبی طرزِ احساس کے تحت تخلیق کی گئی۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ پاکستانی ادب کی اصطلاح کا تعلق بھی ادب کی کسی مکانی تقسیم سے ہرگز نہیں بلکہ اہلِ نقد کی مراد وہ ادب ہے جو نظریہ پاکستان کی روشنی میں رقم کیا جائے۔ ایسا ادب جو یہاں کی اسلامی فضا کی عکاسی کرے اور اسلامی قدروں کے فروغ میں معاون ہو۔

اسلامی ادب کے اس نکتے پر محمد حسن عسکری اپنا ایک موقف رکھتے تھے لیکن بعد ازاں اس نظریے کو ایک منصوبے کی شکل میں وطنِ عزیز کے ایک خاص طبقے نے آگے بڑھایا۔ مذکورہ مذہبی گروہ نے اسلامی ادب کی اصطلاح کو اپنے لیے بہت محبوب خیال کیا۔ ان کے نزدیک:

> "اسلامی ادب وہ ہے جو اسلام کے نظریے پر مبنی ہو۔ جن باتوں کو اسلام حق کہتا ہے، مسلم ادیب انھیں حق سمجھے اور دوسروں پر ظاہر کرے اور انھیں منوائے اور جو اسلام کے نزدیک باطل ہیں، مسلمان ادیب انھیں جھوٹ سمجھے۔ ان کے جھوٹ ہونے کا اظہار کرے اور انھیں جھوٹ ثابت کرے اور اسلام جس نظامِ زندگی کو قائم کرنا چاہتا ہے، مسلم ادیب اس کے لیے ادب کے دائرہ عمل میں سعی کرے۔"(5)

جس طرح اسلامی ادب کے ذریعے ادب کو مذہبی بنیادوں پر دیکھا گیا، اسی طرح تقدیسی ادب کی اصطلاح کے ذریعے ادب کی بعض اصناف کو تطہیری زاویے سے دیکھا گیا۔ یعنی ادب کی یہ وہ اصناف ہیں جو مقدس ہیں اور ان میں رقم کیا گیا ادب، تقدیسی ادب قرار پائے گا۔

سوال یہ ہے کہ اگر مذکورہ اصناف میں رقم کیا گیا ادب تقدیسی ہے تو کیا باقی ادبی اصناف اور ان میں تخلیق کیے گئے متون کو غیر تقدیسی قرار دیا جائے گا؟ ادب میں مقدس اور غیر مقدس کی حد کیوں قائم جائے؟ اگر یہ حد قائم کی جائے گی تو معیار یا پیمانہ کیا ہو گا؟ تقدیسی ادب کی اپنی حدود کیا ہوں گی؟

تقدیسی ادب کی اصطلاح کے پس منظر میں کار فرما اس خیال سے انکار ممکن نہیں کہ یہ ایسا ادب ہے جو پاکیزہ ہے اور باقی ادب اس کے بر عکس ہے۔ حالانکہ ایسا ہر گز نہیں۔ بالکل ایسے جیسے کہ اسلامی ادب سے وابستہ ادیبوں کا ادب اسلامی اور دیگر اہلِ قلم کی تخلیقات غیر اسلامی نہیں تھیں۔

تقدیسی ادب کے متعارف کاروں نے شاید اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی سعی نہیں کی ہے کہ حمد و نعت اور منقبت کے علاوہ ہمارا دیگر شعری ورثہ اور کہانیوں کا تخلیقی سرمایہ کیا غیر تقدیسی ہے؟

اس اہم اور حساس نکتے پر کبھی بحث نہیں ہوئی کہ اگر کلاسیکی ورثے میں حمد و نعت اور دیگر عرفانی مضامین بہ کثرت تھے تو ان مضامین کے لیے الگ صنف کا اعلان کیوں ضروری خیال کیا گیا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ نو آبادیاتی عہد کے بعض اردو اہلِ قلم نے حمد و نعت اور منقبت کو الگ اصناف قرار دے کر انھیں سماج کے اجتماعی طرزِ احساس سے الگ کر دیا اور بعد ازاں ان اصناف میں رقم کیا گیا ادب سماج سے کٹ کر محض حصولِ خیر و ثواب کے لیے وقف ہو گیا۔

اس عہد میں اقبال واحد ایسے شاعر جنھوں نے حمد، نعت اور منقبت کے مضامین سے تو بھرپور رغبت ظاہر کرتے ہوئے نہایت قرینے سے ان مضامین کو اپنے تہذیبی طرزِ احساس کا حصہ اور اپنے شعری تخلیقی عمل کی اساس بنایا لیکن ان مضامین کے بہ طور صنفِ شعر اعلان سے گریز کیا۔

اردو شاعری کا کلاسیکی ورثہ عرفانی مضامین سے بھرپور ہے۔ نو آبادیاتی عہد کا شعری و نثری ادب اپنے اندر کمال مزاحمت رکھتا ہے۔ مجموعی طور پر بھی اردو کا قدیم ادب ہو یا جدید شعور و بصیرت سے معمور ہے۔ اس سارے ادب کو کن بنیادوں پر تقدیس کے دائرے سے باہر رکھا جائے گا۔

اردو حمد نویسی کی ذیل میں "شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو" کے عنوان سے راقم اپنے ایک مضمون کا حوالہ دینا چاہتا ہے جس میں حمد کے اس تاثر کے بر عکس کہ حمد میں ذاتِ خداوندی کی محض توصیف بیان کی جاتی ہے، ایسی نظمیں پیش کی گئیں جن میں خدا سے گلہ کیا گیا تھا۔ مضمون میں اقبال کی نظم "شکوہ" سے لے کر عہدِ جدید کے نمائندہ تخلیق کاروں کی ایسی تخلیقات نقل کی گئیں جو اپنے معروف معنوں اور صنفی تعارف میں حمد کی ذیل کبھی شمار نہیں کی گئیں لیکن ان میں خطاب اللہ سے تھا اور طرزِ احساس میں خدا اور بندہ خدا کے مابین اپنائیت ایسا تعلق نمایاں تھا۔

تقدیسی ادب کی اصطلاح وضع کر کے ادب کو تقدیس اور غیر تقدیس کے دائروں میں تقسیم کرنا ایسی بدعت ہے جو صرف اردو اہلِ قلم سے سرزد ہو رہی ہے ورنہ عالمی سطح پر ادب اپنے کل ہی میں ایک پاکیزہ تخلیقی عمل ہے۔

ادب کو تقدیس اور غیر تقدیس میں تقسیم کرنے کا عمل محض تنقیدی سطح ہی پر نہیں ہو رہا بلکہ تخلیقی سطح پر بھی اس طرزِ احساس کو عام کیا جا رہا ہے۔ مثلاً درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

خوشا نصیب یہ ہجرت سخن کے یثرب سے
ہوئی ہے نعت جب آئی غزل مدینے میں

ریاض مجید

میں غزل سے دُور آیا ، جب سے یہ شعور آیا
نعتِ مصطفی کہنا ، آبرو قلم کی ہے

صبیح رحمانی

حد غزل کی جسموں تک ہے
نعت کی نکہت روحوں تک ہے

طاہر صدیقی

جلد ہو گا بدعتِ صنفِ غزل کا خاتمہ
شاعری کے شہر میں نافذ رہے فرمانِ نعت

اظہر گیلانی

اصل جو بات تھی، اس بات کی جانب آیا
میں غزل کہتے ہوئے نعت کی جانب آیا

تحسین

مذکورہ اشعار میں نعت اور غزل کو مدِ مقابل لانے کی ایک مصنوعی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ نعتیہ اشعار غزل ہی کی ہیئت میں ہیں اور ماضی کی روایت کو دیکھا جائے تو کلاسیکی شعرا کے دواوین میں مضامینِ نعت کلی یا جزوی طور پر غزل ہی کی صورت میں شامل رہے ہیں اور فی زمانہ بھی یہ تمہیدی سرمایہ بیشتر ہیئتِ غزل ہی میں جگمگا رہا ہے۔

اردو کے ادبی ماحول میں تقدیسی ادب کی اصطلاح وضع اور مروج کرنا اس شرعی غلطی کا ادبی رنگ ہے جو سماجی سطح پہ دین اور دنیا کی تقسیم کے ذریعے کی گئی، جس کے نتیجے میں صدیوں سے بعض اعمال مقدس سمجھ کے کیے جا رہے ہیں لیکن ان کی سماجی معنویت کو صفر کے برابر کر دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس بے شمار انسانی افادیت کے ایسے اعمال ہیں جنھیں

محض دنیا کے کام خیال کر کے اُخروی زندگی سے لاپروائی سمجھا جاتا ہے اور بعض طبقات کے نزدیک تو یہ بے فائدہ اور کارِ گناہ کے مترادف ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں تقدیسی ادب کے وضع کاروں کو اس سوال پر غور ضرور کرنا ہوگا کہ حمد، نعت اور منقبت کے مضامین کے اردگرد تقدیس کا دائرہ کھینچنا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ اصطلاح تشکیل دے کر باقی ادب کو غیر تقدیسی قرار دینا کیا اسی مغالطے کا تسلسل نہیں جو اسلامی ادب کی اصطلاح کے وضع کاروں کو ہوا؟ ادب کی کچھ تخلیقات کو مقدس قرار دے کر باقی ادب کے جملہ سرمائے کے بارے میں یہ احساس نہیں پیدا کیا جا رہا کہ یہ غیر افادی اور غیر اخلاقی ہے؟

ادب کو مزاج کے اعتبار سے تقسیم کرنا کچھ ایسا غلط نہیں لیکن ایک مخصوص طرزِ احساس کے ادب کے لیے ایسی اصطلاح وضع کرنا جس سے باقی ادب کا سارا تخلیقی عمل مردود نہیں تو مشکوک ضرور ہو جائے قطعی مناسب عمل نہ ہوگا۔

اہلِ فارس کے بعض ادبی حلقے حمد و نعت اور منقبت کو مزاج کے اعتبار سے تحمیدیہ کی روایت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسے "تحمیدی ادب" قرار دیتے ہیں جو بہت حد درست ہے اور ایسے مضامینِ سخن کی صحیح معنوں میں نمائندہ اصطلاح بھی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً یہاں ڈاکٹر غلام رضا ستودہ اور محمد باقر نجف زادہ بار فروش کی مرتبہ کتاب "تحمیدیہ در ادبِ فارسی" کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو آٹھویں صدی سے دسویں صدی کے آخر تک فارسی شاعری اور نثر کی ایسی تخلیقات پر مشتمل ہے جن میں حمد و نعت کے مضامین ہیں۔ اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

> "از نخستین آثار نظم و نثر فارسی تا زمان حاضر، رسم و روش بسیاری از شاعران و نویسندگان و دانشمندان این بوده است کہ در صدر دیوان و در مقدمہ کتاب منثور یا اثر علمی خویش شکر و سپاس ایزد متعال را بہ جای آوردہ و سخنانی پروردہ و شیوا در حمد و تسبیح خدا بہ رشتہ نظم یا در سلک عبارت کشیدہ اند. سپس بہ ستایش پیامبر اکرم پرداختہ و با ھمان کلام متین و مزین بہ صنایع لفظی، بر بنیان قرآن و مضمون احادیث، در شأن و منزلت و مقام پیامبر داد سخن دادہ اند. این کتاب شامل تحمیدیہ ھای قرن ھشتم تا پایان قرن دھم در متون نظم و نثر فارسی است۔"(6)
>
> (فارسی شاعری اور نثر کی پہلی تصانیف سے لے کر آج تک بہت سے شاعروں، ادیبوں اور سائنسدانوں کا یہ دستور اور طریقہ رہا ہے کہ دیوان کے شروع میں اور اپنے نثر کے تعارف میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کتابیں یا سائنسی کام خدا کی تعریف اور تسبیح میں، شیو نے نظموں یا فقروں کی طرف کھینچا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضور کی تعریف کی اور ان ہی پختہ کلمات کے ساتھ فنون لطیفہ سے آراستہ ہو کر قرآن اور احادیث کے مواد کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و مقام پر بات کی۔ اس کتاب میں 8ویں صدی سے 10ویں صدی کے آخر تک فارسی شاعری اور نثر کی تحمیدیوں پر مشتمل ہے۔)

تحمیدیہ یا تحمیدی ادب کی اصطلاح دلچسپ بھی ہے اور معنویت سے بھرپور بھی۔ اس کے برعکس تقدیسی ادب کی اصطلاح ایک طرف دیگر تخلیقی ورثہ غیر تقدیسی شمار کرنے کے مترادف ہے تو دوسری طرف تقدیس کا لبادہ اوڑھا کر حمد و نعت کے حوالے سے نقد و نظر کے دروازے بند نہیں تو کم از کم حزم و احتیاط بلکہ حساسیت کی راہ ضرور ہموار کی جا رہی ہے۔

حوالہ جات

1۔ڈاکٹر جمیل جالبی، ادب کیا ہے؟، ماہنامہ ”چشم بیدار، لاہور: مئی 2009ء ص 98

2۔ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط، اردو ادب میں حمد و مناجات، کلکتہ: انشا پبلی کیشنز، 2010، ص 150

3۔ ایضاً، 153

4۔ڈاکٹر عزیز احسن، دیباچہ، مناقبِ خلفائے راشدین اور شعرائے کراچی: از منظر عارفی، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، ص 19

5۔ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی نظریہ ادب، مرتبہ: سید اسعد گیلانی، اختر حجازی، ادارہ ترجمان القرآن، 1988، ص 37

6۔https://ketabnak.com/book/86745/%D8%AA%D8%AD%D9%85%DB%8C%D8%AF%DB%8C%D9%87-%D8%AF%D8%B1-%D8%A7%D8%AF%D8%A8-%D9%81%D8%A7%D8%B1%D8%B3%DB%8C

References:

1. Dr. Jameel Jalibi, Adab Kya Hai?, Mahnama “Chashm-e-Bedar”, Lahore, May 2009, p. 98.
2. Dr. Syed Yahya Nasheet, Urdu Adab mein Hamd o Munajat, Calcutta: Insha Publications, 2010, p. 150.
3. Dr. Syed Yahya Nasheet, Urdu Adab mein Hamd o Munajat, p. 153.
4. Dr. Aziz Ahsan, Deebacha, Manaqib-e-Khulafa-e-Rashideen aur Shora-e-Karachi: Az Manzar-e-Arifi, Karachi: Naat Research Centre, p. 19.
5. Abul A‘la Maududi, Islami Nazriya-e-Adab, murattib: Syed Asad Gilani, Akhtar Hijazi, Lahore: Idara Tarjuman-ul-Quran, 1988, p. 37.
6. Tahmeediya dar Adab-e-Farsi, Ketabnak (online resource), https://ketabnak.com/book/86745/